سندھی زبان کاارتقاء

دنیامیں جہاں کہیں سے قدیم ترین تہذیبی آثار ملے ہیں، وادئ سندھ ان میں شامل ہے۔ یہاں کے آثار پانچ ہزار سال پرانے ہیں۔ جن ماقامت سے یہ تہذیبی کھنڈرات ملے ہیں، ان میں موہن جودڑو (لاڑکانہ سندھ) اور ہڑپہ (پنجاب) شامل ہیں۔ ان کھنڈرات سے دستیاب ہونے والی اکثر اشیاء پر ایک خاص قسم کی عبارت کندہ ہے جو کہ اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ یہاں کے مکین بڑے مہذب و متمدن تھے اور وہ نہ صرف خود تعلیم یافتہ تھے ،بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں تعلیم کو ااہمیت واولیت دیتے تھے۔ انھوں نے اپنی زبان کو ترقی دے کر ایک خاص قسم کا اتعلیمی نظام وضع کیا تھا۔ جس کی تحت پورے سماج میں ایک ہی طرح کی تعلیم دی جاتی اور کاروبار، تجارت اور زندگی کے ہر مرحلے میں زبان کو تحریری بندشوں میں لایا جاتا تھا۔

تاہم، جس رسم الخط میں لکھنے کارواج تھا، وہ تاریخ میں تسلسل نہ ہونے کے باعث جگہ جگہ سے اس انداز سے ٹوٹتا رہا کہ اب تک کوئی عالم فاضل ہر طرح کی کوششوں کے باوجود جوڑنے میں ناکام رہا ہے۔ البتہ سائنسی اور فنی تعلیم میں جو ممالک ہم سے آگے ہیں، انھوں نے سائنسی ایجادات اور جدید کمپیوٹر کی مدد سے ایسے الفاظ، فقرے اور جملے پڑھ لیے ہیں اور ان کا موجودہ سندھی زبان سے تقابل بھی کیا ہے۔ ان تجربات اور مشاہدات کی روسے انھوں نے نتائج اخذ کیے ہیں کہ ”جن لوگوں کی یہ زبان تھی وہی، وادی سندھ (Indus Civilization) کی عظیم تہذیب و تمدن کے وارث تھے اورانھوں نے ہی نہ صرف اپنی سندھی زبان و تہذیب کو مرنے سے بچایابلکہ، مختلف مشکل مراحل سے گزار کر موجودہ صورت میں برقرار رکھا ہے۔“(۱)

مذکورہ ماہرین نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ ”کھنڈرات سے حاصل اشیا پر کندہ عبارت میں

پوشیدہ یہ الفاظ، فقرے، الفاظ کی ادائیگی اور ان کے معانی و مفاہیم آج بھی اصل صورت میں سندھی زبان و ثقافت کے پاس محفوظ و موجود ہے اور پہلے کی طرح زبان و ثقافت کا حصہ ہے۔(۲) لیکن سندھی سماج کے تغیر و تبدل کے متعلق معلومات، ماہرین کو اس وقت حاصل ہوں گی جب مذکورہ عبارت واضح طور پر پڑھی جائے گی۔ البتہ، جس سرزمین پر سندھی معاشرہ سکونت پذیر رہا ہے، اس کی حدود قبل مسیح اور قبل از تاریخ کے تحریری ریکارڈ ''رگ ید'' سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت مذکورہ خطے کے لیے ''سپت سندھو'' کی اصطلاح رائج تھی۔ اہل فارس کے قدیم مذہب رزتشت کی کتاب ''اوستا'' میں بھی اس اصطلاح کو قدیم پہلوی تلفظ کے مطابق ''ہسپت ہندو'' لکھا گیا ہے۔☆مؤرخین، محققین اور ماہرین نے اصطلاح کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''اس اصطلاح سے مراد وادی سندھ کا وہ علاقہ ہے، جہاں سات دریا بہتے ہیں۔''(۳)

رگ ید میں نہ صرف ان دریاؤں کے قدیم ناموں بلکہ ان دریاؤں میں شامل ہونے والی ندیوں کے نام بھی موجود ہیں جو اس طرح ہیں: دریائے سوات (سؤستو)، گوری (پنج کور)، کابل دریا (کبھا)، دریا کرم (کرمو)، گومتی، جہلم (وتاستا)، چناب (اسکنی)، راوی (پرنسی / ایرواتی)، بیاس (وپاسا)، ستلج (ستدرو)، ☆سرسوتی اور ور شدوتی (۴)

ان میں سے اکثر ندیاں اور چھوٹے دریا آج بھی پہلے کی طرح دریائے سندھ کی اطاعت گذاری اور عقیدت مندی کا اظہار کرتے ہوئے اپنا پانی مختلف مقامات پر سندھ کے سپرد کرتے اور اسے ''موج مست'' دریا یا دریاؤں کا باپ ''اباسین'' بناتے ہین۔ اباسین ہی کو مختلف ادوار میں انڈس (Indus) اور ''مہران'' جیسے تاریخی ناموں سے یاد کیا جاتا رہا۔ یہ سندھو دریا آج بھی سرزمین سندھ کا انتہائی عقیدت مند، وفادار اور خدمت گذار ہونے کا ثبوت دے رہا ہے اور آج بھی قدیم زمانے کی طرح اس دھرتی کی سیرابی، شادابی اور خوشحالی کا باعث ہے۔

رگ وید سے جہاں مذکورہ معلومات ملتی ہیں، وہاں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ رگ وید، دنیا کی اولین تحریری تاریخ ہے۔ یہ تاریخ بھی سندھ کی سرزمین پر لکھی گئی ہے اور اسے جس زبان میں لکھا گیا

ہے اسے، سنسکرت کہا جاتا ہے جو کہ آریاؤں کی زبان تھی۔ آریا حملہ آور ہو کر اس سرزمین پر وارد ہوئے اور اپنے آپ کو مقامی لوگوں سے ممتاز رکھنے کے لیے خود کو آریا یعنی مہذب اور مقامی لوگوں کو ان آریہ یعنی غیر مہذب کہتے تھے۔ اس طرح انھوں نے اپنی زبان کو سنسکرت یعنی "پاک و صاف" کہا، جبکہ مقامی لوگوں کی زبان کو "پراکرت" کہا، جس کا مطلب فطری، اصلی اور ناتراشیدہ ہے۔ سنسکرت اور پراکرت دونوں ایک عرصے سے وادی سندھ کی وسیع سلطنت میں مقیم آبادی الگ الگ انداز میں بولتی رہی لیکن جو لوگ، سندھو تہذیب کے وارث تھے اور جنھوں نے موہن جو دڑو اور ہڑپہ جیسے عظیم تجارتی شہر اور تمدنی مراکز تعمیر کیے، سنسکرت ان کی کبھی بھی زبان نہیں رہی۔

ماہرین اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ وہ پراکرت یا پروٹو۔ دراوڑی، جو نہ صرف آریاؤں بلکہ دراوڑوں سے بھی پہلے اس سرزمین پر اباد لوگ بولتے تھے اور جنھوں نے مذکورہ تہذیبی و تجارتی شہر تعمیر کیے، وہی اپنی زبان کو ترقی دے کر عظیم سندھو تہذیب کے خالق و وارث بنے۔ "ماہرین و محققین نے یہاں کی جس زبان کو "اپنی اور اصلی" اور آریاؤں نے "فطری اور ناتراشیدہ" کہا، وہی اہل سندھ کی زبان ہے۔ یہی وہ زبان ہے جسے اب "زبان کے انڈک (Indic) گروپ" یا سندو زبانوں" کا نام دیا جا چکا ہے۔ (۵)

"سندوٗ" زبان بولنے والوں نے ہی وادی سندھ کی تہذیب کی تخلیق کی۔ انھوں نے ایک طرف اپنی اس مہذب زبان کے طفیل سندھی تمدن کی پرورش کی اور اسے پروان چڑھایا تو دوسری طرف، اسے اس قدر ترقی دی اور سائنسی بنیادوں پر اس کی نشوونما کی کہ دنیا آج بھی سندھو تہذیب و تمدن کی عظمت کی قسمیں کھاتی ہے۔

سندھو تہذیب و تمدن کی اس قدر ترقی میں اہل سندھ اور آریاؤں کی مشترکہ کوششیں شامل ہیں۔ دونوں معاشرے اتنے عرصے تک ساتھ رہنے کے بعد باہم مدغم ہوئے کہ "اہل سندھ" بن کر اپنے وطن، ثقافت اور زبان کے اجتماعی مفادات کے محافظ و پاسبان رہے۔" (٦) ان کے وجود کی طرح زبان و ثقافت نے بھی باہمی اثرات قبول کیے جس کے باعث نہ صرف یہاں کے لوگ "اہل سندھ"

کہلائے بلکہ سندھی زبان و ثقافت سے نسبت ہونے پر بڑے نازاں رہے ہیں۔
اس باہمی اثر اور اتحاد کے باعث اس زبان و ثقافت کے حسن و جمال میں اضافہ، کارکردگی اور سماجی دائرہ کار میں وسعت، ادائیگی میں جامعت، معانی و مفاہیم میں ہمہ گیری اور کشادگی آئی ہے۔(۷)
اب سندھی اور سنسکرت دونوں زبانوں میں اس قدر یک رنگی اور اثرات میں یکسانیت نظر آتی ہے کہ اگر کوئی شخص دونوں زبانوں کی اپنی انفرادی خصوصیات اور خوبیاں تلاش کرنا چاہے یا کسی ایک کا اپنا اور خالص ذخیرہ الفاظ علیحدہ کرنا چاہے تو کسی نہ کسی جگہ غلطی کر جائے گا۔
ان دونوں زبانوں کے الفاظ کی طرح ان کی گرائمری اور لسانی خوبیاں بھی ایک دوسرے کے ساتھ اس قدر رچ بس گئی ہیں کہ کوئی محقق یا ماہر یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ کون سی خوبی کس نے اور کس سے، پہلے حاصل کی ہے۔ درج ذیل میں دونوں زبانوں کی چند لسانی، لغوی، صوتی اور گرائمری خوبیوں کی مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

i- سندھی زبان کی خوبیاں :

سندھی میں کسی اسم، ضد یا مخالف لفظ کے لیے اس کے آگے آں، آ، اُ، او، یا اُ لگایا جاتا ہے۔ شاہ لطیف کے اشعار سے اور مروجہ لغت سے ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں۔

سندھی کی مثالیں :

آریاان آریا گھڑیو ـــــ ان گھڑیو۔ دھوتل ـــــ ان دھوتل۔ تھع سے آتھ، ـــــ اوتڑ، کھٹل اکھٹ ' آکھٹ۔

سنسکرت :

سنسکرت میں بھی یہی دستور ہے اور اسی مقصد کے لیے انیہ، آیا آ استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً کشیہ

اتکن، اتکنٹھا، اتکل۔

اردو معنی :

مہذب۔ تراشا ہوا، ڈھلا ہوا، شمار کے لائق، پار کرنے کے لیے آسان جگہ۔

ii- سندھی اور سنسکرت کے لغوی ذخیرے سے چند مثالیں :

سندھی	سنسکرت	اردو
اکھر	اکھشر	حرف
اکھنڈ	اکھنڈ	سالم
اُکنڈ	اُکنڈ	پیار، محبت
اکھروٹ	اکھشوٹ	اخروٹ
اس	اشم	دھوپ
اکارت	اکاریہ	بے کار، نکمہ
بھاگ	بھاگیہ	بخت، بھاگ
بھاگیو	بھاگیوت	بھاگوان
بھاڑو	بھاڑکا	اجرت، کرایہ
بٹھی	بھشتری	آگ کی بھٹی
منش	منوشے	منش، آدمی
تپسیا	تپشیہ	ریاضت
ھتھ	ھتس	ہاتھ

iii- طرفیں

ڈکھن	دکشن	دکن (جنوب)
اتر	اتر	شمال
اولھ	پشچم	مغرب
اوبھر	پورب یا پورو	پورب یا مشرق
ترو	تل	پاتال

iv- گنتی

سندھی	سنسکرت	اردو	دیگر مقامی زبانیں
ایکو	اکائی	اکائی / ایک	
ٹرے	تریہ	تین	ٹرائے (سرائیکی) تن، ترے (پنجابی)
چھ	شش	چھے	شش (فارسی، براھوی)
ستت	سپت	سات	بلوچی / براھوی / فارسی (ہیت / ہفتد
اُٹھ	اَشٹ	آٹھ	اٹھ (ونجابی / سرائیکی) ھشت (براھوی / فارسی
نو	نو	نو	بلوچی، براھوی، فارسی
یارھن / اکارہ (لاڑی)	گیارہ	گیارہ	پنجابی، سرائیکی یاراں
سورھن	سودش	سولہ	پنجابی سولاں سرائیکی سوراں
ویھ	بینشت	بیس	براھوی / بلوچی فارسی بیست
پنجاھ	پنجاشت	پچاس	پنجابی / سرائیکی پنجاہ
اسی	اشیتی	اسی	پنجابی / سرائیکی اسی

v- پیشے

واپار	ویاپار	بیوپار	پنجابی / بپار، سرائیکی وپار

وہار	لوھکار	لہار	پنجابی / سرائیکی لہار
سونارو	سورنکار	سنار	پنجابی / سرائیکی سنارا
ھر	کمبھکار	کمہار	پنجابی / سرائیکی کمھار

۷-رشتے

ٹر	پتر	بیٹا	پنجابی پت / سرائیکی پتر
ا / بابا	ابا	ابا / بابا	پنجابی ابا / سرائیکی ابا، بابا
ا / ماءُ	ماتر	ماں	فارسی مادر / بلوچی ماسہ

اس طرح اگر تقابل کیا جائے گا تو سندھی اور سنسکرت میں کچھ اور مماثلت بھی نظر آئے گی۔
ں مماثلت کو ماہرین نے اس علاقے کے سیاسی، سماجی، مذہبی، اقتصادی اور تاریخی تناظر میں پرکھے بر نتائج سنا دیے تھے اور انھوں نے سندھی اور سنسکرت میں مزید فنی، لغوی اور صوتی یا بعض نحوی تراک دیکھا جس کی وجہ سے ماہرین کو ان دونوں میں قرابت ثابت کرنے کی ترغیب ملی۔ حالانکہ ندھی اور سنسکرت کے مابین چند خوبیوں کا یہ اشتراک، کسی رشتے داری کی وجہ نہیں، بلکہ مدتوں تک جی، سیاسی، تعلیمی، مذہبی اور انتظامی طور پر مل جل کر گذارنے کے سبب دونوں زبانوں نے ایک سرے کو اثرات دیے اور لیے جو کہ زندہ معاشروں اور زندہ زبانوں کا وطیرہ ہوتا ہے۔

اگر ان خوبیوں کے پیش نظر دونوں زبانوں کی کوئی رشتہ داری تسلیم کرلی جائے تو اس سے ں زیادہ قربت سندھی اور دراوڑی زبانوں میں پائی جاتی ہے جو کہ آریاؤں کی وادی سندھ میں آمد سے لے رائج تھی۔ سندھی اور دراوڑ دونوں غیر آریائی ہیں اور زبانوں نے جو باہمی اثرات قبول کیے ہیں، ان ں سے بعض کا درج ذیل ذکر کیا جاتا ہے۔

دراوڑی دراصل ان لوگوں کی زبان ہے جو کہ آریاؤں کی سندھ میں آمد سے پہلے مقیم تھے اور یاؤں کے حملے آور ہونے کے دوران، سرزمین سندھ کے مفادات کا اہل سندھ سے مل کر تحفظ نے کا عزم کیے ہوئے تھے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہنا چاہیے کہ دراوڑ سندھ کی سرزمین، سندھی

تمدن اور زبان و ثقافت کو اتنا ہی عزیز رکھتے تھے جتنا کہ خود دراوڑوں کی آمد سے پہلے یہاں رہنے والے اہل سندھ کو عزیز تھا۔ اب جبکہ آریاؤں نے حملے شروع کیے تو یہاں سکونت پذیر تمام لوگوں نے مل کر ان حملوں کا جواب دیا۔ نتیجے میں حملہ آور یا تو گنگا اور جمنا کی وادیوں کی طرف پسپا ہو گئے، یا شکست مان کر وہ بھی سندھ، سندھی زبان و ثقافت اور تمدن کے اسی طرح پاسبان بن گئے، جس طرح ان سے پہلے آنے والے بنے تھے۔ اسی وجہ سے سندھی اور دراوڑی میں آریاؤں کی زبان کی نسبت مشترکہ قدریں زیادہ ملتی ہیں۔

1. تامل، تلیگو اور ملیالم جو کہ دراوڑی الاصل ہیں اور بھارت میں بولی جاتی ہے، ان کی اخت میں اور سندھی کی ساخت میں ماہرین کو بڑی مماثلت ملی ہے۔ چنانچہ دونوں زبانیں اپنے اندر صوتی، صرفی اور نحوی ترکیب و ترتیب میں یکسانیت رکھتی ہیں۔ (۸)

2. ماہرین تاریخ اور عمرانی علوم کو، آریاؤں کی سندھ میں آمد سے قبل، دراوڑوں اور سندھیوں کو مل جل کر سندھ، سندھی زبان و ثقافت کی پرورش کرنے کے ثبوت ملے ہیں۔

3. انھیں یہ بھی ثبوت ملے ہیں کہ سندھی کی طرح دراوڑی کے الفاظ بھی آخر میں متحرک ہیں۔

4. علاوہ ازیں سندھی میں جو اس کی پانچ مخصوص آوازیں ہیں، وہ دراوڑی میں بھی مروج ہیں، لیکن ان کا درواڑی میں استعمال بہت کم ہوتا ہے۔ یہ بھی پتہ چلا ہے کہ اگر سندھی اسماء آخر میں زیر، زبر یا ای کی آواز سے متحرک ہیں تو وہ واحد مؤنث کو ظاہر کرتے ہیں اور یہی صورت دراوڑی میں بھی نظر آتی ہے۔

5. دونوں زبانوں (سندھی اور دراوڑی) کی نحوی ترتیب میں حروف جار ہمیشہ اسم، صفت اور ظرف کے بعد استعمال ہوتے ہیں۔

6. البتہ سندھی اور دراوڑی کی گنتی میں جو چند مشترکہ خوبیاں موجود ہیں، وہی خوبیاں سنسکرت سمیت بعض آریائی کی گنتی میں جو چند مشترکہ خوبیاں موجود ہیں، وہی خوبیاں سنسکرت سمیت بعض آریائی زبانوں میں پائی جاتی ہیں جو کہ غالباً تاریخی، مذہبی، سماجی اور سیاسی اثرات کے پیش نظر سب

زبانوں نے ایک دوسرے سے حاصل کی ہوں گی۔ مثلاً

براہوی	سنسکرت	فارسی	سندھی	اردو
پنچھ	پنچ	پنج	پنج	پانچ
سٹ	تریہ	سئہ	ٹرے	تین
چھار	چتر	چھار	چار	چار
ہفت	سپت	ہفت	ست	سات
دہ	دش	دہ	ڈہ	دس
دوازد	دواردش	دوازد	بارھن	بارہ
مسیزد	تریودش	سیزد	تیرھن	تیرہ
پانزد	پنچ رس	پانزد	پندرھن	پندرہ
بیست	بینشت	بیست	ویھ	بیس
ھشتاد	اشیتی	ھشتاد	اسی	اسی

سندھی اور دراوڑی زبانوں میں اس طرح کی مزید خوبیاں بھی تلاش کی جارہی ہیں، لیکن یہ خوبیاں اتنی گہری اور زیادہ ہیں کہ بعض نتائج میں مغلطے کاامکان ہے۔

دراوڑی کے علاوہ سندھی زبان کو غیر آریائی تسلیم کرتی ہوئے اس کا تقابل ان ممالک کی زبانوں سے بھی کیاگیا، جن کے ساتھ ماضی بعید میں سندھ کے باہمی تعلقات رہے۔ ایسے ممالک میں مصر، عراق، شام، بابل، نینوا وغیرہ شامل ہیں، جہاں سریانی، عربی، عبرانی، حبشی، سمیری اور دیگر زبانیں رائج تھیں اور جنھیں سامی زبانوں کے گروہ کی زبانیں کہا جاتا ہے۔

قدیم زمانے میں یہ سب مختلف اقوام کی زبانیں تھیں۔ وہی زمانہ تھاجب دریائے سندھ کے دونوں کے دونوں جانب ہزاروں میل تک پھیلی ہوئی سندھی آبادی بھی اپنی مقامی زبان بولتی تھی اور اس آبادی کے مذکورہ ممالک کے لوگوں کے ساتھ مدتوں سے تہذیبی، تمدنی اور تجارتی تعلقات

رہے، جن کے بارے میں نہ صرف تاریخ سے شواہد ملتے ہیں بلکہ اس کی طرفین کے آثار قدیمہ سے بھی تصدیق ہوتی ہے۔

یہاں، یہ بیان کرنا منظور نہیں کہ بابلی، مصری، سمیری اور سندھی تہذیبیں، عمر میں ایک دوسری سے کتنی قدیم یا جدید ہیں یعنی کون سی پہلی تھی یا کون سی بعد کی ہے، بلکہ بتانا یہ مقصود ہے کہ مختلف ادوار میں ان تہذیبوں کے درمیان مسلسل روابط رہے جس کے باعث، ان کی ایک دوسرے سے مماثلت نظر آتی ہے۔ تحقیق نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ ''سندھ، مصر، موسیپوٹیمیا (عراق) شام اور بابل و نینوا کے درمیان سمندری اور خشکی کے ذریعے، براستہ ایران و سیستان، بڑے پیمانے پر تجارت اور آمد ورفت جاری تھی۔'' (۹)

وسیع پیمانے پر اس آمد ورفت کی وجہ سے سندھ اور مذکورہ ممالک کی درمیان موجود تمدنی رشتوں کی تصدیق ہو جانے کے بعد، لسانیات کے باہمی اثرات تلاش کرنے سے ماہرین لسانیات کو بھی بڑی حد تک کامیابی ہوئی اور انھوں نے 'سندھی کو سامی زبانوں کی صف میں لا کھڑا کیا۔ ان ماہرین میں مولانا ابو جلال ندوی سرفہرست تھے، جنہوں نے محض موہن جودڑو کی تہذیب کا سمیری تہذیب سے موزانہ اور تاریخی تعلق پیش نظر رکھ کر نتائج اخذ کیے۔ کسی زبان کا دوسری زبان سے تعلق جوڑتے وقت دونوں زبانوں کے صوتی نظاموں کا جائزہ لینا اشد ضروری ہوتا ہے۔ نیز الفاظ مستعار نے کے اصول دیکھنے ہوتے ہیں، گرائمری قواعد کو سمجھنا ہوتا ہے، ان کی لسانی ساخت کا مطالعہ کرنا ہوتا ہے اور دیگر خصوصیات کا تقابل کرنا ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں جن زبانوں کے درمیان تقابل درکار ہو، ان کے بولنے والوں کے باہمی تجارتی، تاریخی، مذہبی، سیاسی، سماجی اور اقتصادی تعلقات پر لازماً غور کیا جاتا ہے۔ تب کہیں جاکر کوئی فیصلہ دیا جاتا ہے۔ اگر بغیر اس طرح کی ہمہ گیر اور ہمہ پہلو تحقیق کیے، محض لغوی ذخیرہ کی موجودگی دیکھ کر فتویٰ صادر کیا جائے تو وہ ذاتی فیصلہ ہوتا ہے۔ جس طرح بعض محققین نے سندھی میں عربی الفاظ دیکھ کر فرمایا تھا کہ ''سندھی اور عربی دونوں آپس میں بہنیں ہیں۔'' (۱۰) بعد میں بعض قلمکاروں کا ایک

گروپ مذکورہ فیصلے کی تائید میں لکھتا رہا۔(۱۱) اور اپنی تحریروں کی حمایت میں سندھی میں عبرانی، حبشی اور عربی الفاظ کی کثرت پیش کرتا رہا۔(۱۲) جو کہ نامکمل نتیجے سے آگے کچھ نہیں۔

اگر یہ علماء دونوں طرح کی زبانوں کے لغوی ذخیرے کی تاریخ کے تناظر اور آثار قدیمہ سے حاصل نتائج کا ہی جائزہ لیتے، تو انھیں معلوم ہو جاتا کہ اہل سندھ کے مذکورہ زبانیں بولنے والی اقوام کے ساتھ، تین طرح کے تعلقات تھے۔ پہلا تعلق مذہبی تھا۔ اس تعلق کے شواہد اس قدیم ترین زمانے سے ملتے ہیں، جب تمام وادی سندھ و ہند کے لوگوں میں محترم و متبرک سمجھی جاتی تھی بلکہ، سندھ کا شہر ملتان تو دنیا میں مشہور ہی بڑی بڑی تیرتھ گاہوں اور اہم بت کدوں کی وجہ سے تھا۔(۱۲)

ملتان، جسے ان ایام میں مول + استھان کہا جاتا تھا۔ وہاں کئی تیرتھ گاہیں تھیں جن میں سورج دیوتا کے مندر کے علاوہ "ہُبل" (ھابیل) حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے کا قابلِ عبادت بت بھی رکھا ہوا تھا۔ جسے ان کے بھائی قابیل نے قتل کر دیا تھا اور تاریخ میں انھیں پہلے انسانی قتل کے طور پر یاد کیا گیا ہے۔ لات اور منات کے مشہور بت بھی ایک روایت کے مطابق ملتان میں ہی موجود تھے جو کہ وادیٔ سندھ کے بہت بڑے سخی انسانوں کی شبیہہ کے طور پر بنائے گئے تھے۔ بلاذری جو کہ تیسری صدی میں یہاں آیا تھا، اس نے بتایا ہے کہ "ملتان میں حضرت ایوب کا بت بھی موجود تھا۔"(۱۳)

ان تمام بتوں کے علاوہ اور بھی کئی چھوٹے بڑے بت اور عبادت کدے موجود تھے۔ جہاں روزانہ میلے کا سماں ہوتا تھا اور سندھ کے علاوہ پڑوسی ممالک کے یاتری بھی بڑی تعداد میں آیا کرتے تھے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ سال میں ایک بہت بڑا میلہ بھی لگتا تھا۔(۱۴)

اس میلے میں شرکت اور بتوں کی یاترا کرنے کے ساتھ ساتھ تیرتھ گاہوں پر بلے دان اور چڑھاوے دینے کے لیے جو لوگ آتے تھے، ان میں ہند و سندھ کے علاوہ نمرود کی سلطنت اُر، مصر، حبشہ، شام، بابل و نینوا اور دیگر قدیم تہذیبوں کی وارث اقوام کے وفود بھی ہوتے تھے۔ یہ سب ملتان میں اس زمانے کے مطابق "حج" کرنے، انسانی بھلائی اور ملکی خوشحالی کے لیے ادا ہونے والی اجتماعی عبادات میں شامل ہونے کے لیے برسوں کے سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے داخل ہوتے

تھے۔ اتنی طویل مسافت طے کر کے آنے والوں کے قافلے جب واپس جانے لگتے تو ان میں سے بڑی قلیل تعداد اپنے عزیز و اقارب کو دیکھ پاتی، زیادہ تر لوگ خشکی اور سمندری سفر کے دوران ہی پورے ہو جاتے تھے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب سمیری، کنعانی، کلدانی، سریانی اور ساسانی بادشاہوں کے درمیان بتوں کے عالیشان عجائب گھر تعمیر کروانے اور وہاں بڑی بڑی شہرت کے حامل بتوں کو سجانے کے علاوہ ملحقہ عجائب گھروں کو مختلف قسم کی تحریروں، تصویروں اور نقش و نگار سے مزین کرنے کا رواج زوروں پر تھا۔ (۱۵) اسی زمانے میں "لات و منات" کے ہم شکل بت بھی بادشاہوں کے ان بت کدوں میں شامل کیے گئے جس کے بعد ان ممالک سے عبادت کی خاطر آنے والے لوگوں کی تعداد میں کمی ہوئی۔ لیکن تب تک سندھ کے تجارتی تعلقات ان ممالک کے ساتھ کافی مستحکم ہو چکے تھے۔

صدیوں تک سندھ اور ان ممالک کے بیچ تجارت بھی ان ہی راستوں کے ذریعے ہوتی رہی جن راستوں پر پہلے مذہبی قافلوں کی آمد و رفت رہتی تھی۔

موہن جو دڑو کے قدیم آثار کے مطالعے سے ماہرین کو معلوم ہوا ہے کہ وادیٔ سندھ کا شہر موہن جو دڑو کپڑے سازی اور کپڑے کی تجارت کا بہت بڑا مرکز تھا۔ (۱۶) یہی کپڑا مصر تک جاتا تھا جہاں انسانی جسم کو حنوط کر کے رکھنے کا بڑا رواج تھا اور جسم حنوط کرنے کے لیے سندھ کا نفیس و عمدہ کپڑا درآمد ہوتا تھا۔

عرب تذکرہ نویسوں نے سندھ کے علم و ادب، صنعت و حرفت اور سرسبزی و شادابی کا زور ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "سندھ میں بہت خوبصورت، نفیس اور عمدہ کپڑا بنتا ہے۔ جسے "سندس" کہا جاتا ہے۔" (۱۷) "سندس" کے متعلق قرآن پاک میں بھی بتایا گیا ہے۔ ہاتھی کے دانت کو سندھی میں "عاج" کہا جاتا ہے۔ عاج قدیم زمانے سے زیورات اور دیگر قیمتی اور نادر اشیاء بنانے میں استعمال ہوتا رہا ہے۔ عاج کی بنی ہوئی اشیاء کی عرب دنیا میں بڑی مانگ تھی۔ سندھ کے مشہور شہر ملتان کے ایک بازار کا نام بھی سوق العاجین تھا، جہاں صرف یہ اشیاء بنتی اور فروخت ہو

تھیں۔(۱۸)

عربوں میں سندھی ٹوپیاں بھی بڑی مقبول تھیں۔ چونکہ ایک عرب تاجر عباد بن زیاد نے یہ ٹوپیاں عرب دنیا سے روشناس کرائیں اس لیے وہاں کا نام ہی عبادی ٹوپیاں مشہور ہوا۔

سندھ میں چمڑے سے اوازدار جوتیاں بنتی تھیں۔ جنھیں عرب مرد اور عورتیں بڑے شوق سے پہنتے تھے۔ ابتداء میں "کچھ اور کھبات" کے علاقے اور بعد میں مقدسی (۱۰۰۰ع) کے مطابق جب سندھ کے شام اور عراق سے تعلقات کو فروغ ملا اور آمدورفت بڑھی تو سندھ کا شہر منصورہ بھی مذکورہ جوتیوں کی برآمد کے لیے بڑا تجارتی مرکز بن گیا۔ سندھی گھوڑے بھی بڑی قیمت پر عربوں کو فروخت کیے جاتے تھے۔

سندھ اور عرب دنیا کا تیسرا تعلق سیاسی بنیادوں پر اس وقت استوار ہوا جب عربوں نے، سندھ کے مید اور جت (زط) قبائل کو ایران کی حمایت میں جان نثاری کے جذبے سے سرشار ہو کر عربوں سے لڑتے دیکھا۔ اس بات کا ذکر ترمذی نے بھی کیا ہے۔ جت (جٹ = جاٹ) قبیلے کے چند افراد کی حضور اکرم ﷺ کے ساتھ موجودگی کی گواہی ایک صحابی عبداللہ بن مسعود نے بھی دی ہے۔ ایک اور تذکرے میں جنگ جمل کے موقع پر حضرت علیؓ کے بصرہ میں خزانے کی حفاظت کی ذمہ داری، سندھ کے جت افراد کے سپرد کرنے کا بیان بھی موجود ہے۔

یہ بھی تاریخ بتاتی ہے کہ ۱۵ ہجری (۶۳۶ء) میں مغیرہ نامی عرب نے سندھ کی ایک سمندری بندرگاہ پر حملہ کیا تھا۔ تاریخ میں حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ایک دریائی فوج کے دستے کا سندھ کی سمندری حدود اور دریاؤں کا جائزہ لینے اور واپس جاکر اپنے امیر کو رپورٹ پیش کرنی کا بھی مذکور ہے اور حضرت علیؓ کے عہد ۳۹ھ (۶۶۰ء) میں عربوں کی طرف سے سندھ کی بندرگاہوں کی نگرانی کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

سن ۴۴ھ (۶۶۵ء) میں حضرت امیر معاویہ نے مہلب نامی اپنے سردار کو سندھ کی سرحدوں کی نگرانی پر مامور کیا تھا۔ تاریخ نے مزید لکھا ہے کہ "بعد میں بھی عرب حکمرانوں کی طرف

سے اس عہدے پر عملداروں کا تقرر ہوتا رہا۔"(۱۹)

اسلامی سلطنت میں جب تخت شاہی کا وارث سن ۸۶ھ (۷۰۵ء) میں اموی خاوندان بنا تو حجاج کو عراق اور ایران کے علاوہ مشرق کی طرف بلوچستان اور مکران کی نائبی بھی سونپی گئی تھی۔ اگرچہ عربوں کی طرف سے کسی نہ کسی طرح سندھ میں تعلق کا پتہ چلتا ہے، لیکن سندھ پر باقاعدہ سیاسی اثر بڑھانے کا آغاز محمد بن قاسم کی سربراہی میں سندھ پر قبضے کے بعد ہوا اور یہ دور بھی صدیوں تک محیط رہا۔ بعد ازاں فاتح اور مفتوح اور حاکم و محکوم کا ناتا نہیں رہا لیکن مذہبی حوالے سے جو رابطہ محمد بن قاسم کی آمد کے ساتھ شروع ہوا، وہ اب بھی پختہ اور اہل سندھ کی زندگی کا اہم حصہ ہے۔

اسی رابطے کے تحت سندھ عالم اسلام کا اہم ملک بنا بلکہ، یہاں جو دینی اور دنیوی علوم کے مراکز قائم ہوئے وہاں سے علمی فضیلت حاصل کر کے سندھی علماء و فضلاء ہندوستان اور کشمیر تک گئے اور وہاں کے لوگوں کو دائرہ اسلام میں داخل کرتے رہے۔ مقدسی (*) کی شہادت کے مطابق ان دنوں ایران کے شہروں شیراز اور اھواز میں جو بھی علمی وادبی محفل منعقد ہوتی تھی، وہاں سندھی علماء، فضلاء اور یہاں کے زہد و تقویٰ اور پرہیزگاروں کا ذکر لازم ہوتا تھا۔

ان ایام میں بہت سارے سندھی اہل علم، عرب دنیا میں جا بسے اور وہاں بھی علم و ادب کے چراغ جلاتی رہے۔ یہی وہ زمانے تھے جب سندھی کا عربی پر اور عربی اور دیگر سامی زبانوں کا سندھی پر اثر در اثر مرتب ہوتا رہا۔ یہ اثرات کئی شعبوں میں نظر آتے ہیں۔

عربی اور سامی زبانوں سے روابط میں اضافے کا اگرچہ یہ پہلا دور کافی طویل رہا اور مزید نہ معلوم کس قدر اور کس طرح جاری رہتا۔ لیکن ان زبانوں اور سندھی کے بیچ باہمی لسانی اثرات میں اس وقت کمی آنا شروع ہوئی جس وقت جنوب ایشیائی اقوام میں دھرمی برتری کے ذریعے اپنی ملکی سرحدوں کو وسیع کرنے کا رجحان زور پکڑنے لگا۔

(*) پورا نام شمس الدین محمد بن احمد بشاری مقدسی ان کا بیت المقدس سے تعلق ظاہر کرتا ہے، جہاں کے وہ رہنے والے تھے۔ احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم ان کی انتہائی اہم اور معتبر کتاب ہے۔ (مصنف)

ہندومت کے مقابلے میں بدھ مت اور جین مت جیسے نئے دھرموں کی کشش نے کئی معاشروں کی قسمت چھین کر ان حکمرانوں کے حوالے کر دی جو ان نئے دھرموں کو عام کرنے کی اوٹ میں اپنی بادشاہتیں وسیع سے وسیع تر کرنے میں مصروف تھے۔

چنانچہ جب وادیٔ سندھ کی باری آئی تو اہل سندھ چونکہ پہلے ہی ہندو شاہی کے ستائے ہوئے تھے، اس لیے انھوں نے بھی نئے دھرموں کے لیے بازو پھیلا دیے۔ یہ دور تقریباً ۶ سو قبل مسیح سے لے کر سن ۵۰۰ عیسوی تک پھیلا ہوا تھا۔ تاریخ میں اس دور سے چندر گپتا، اشوکا اور کنشکا وغیرہ جیسے نامور بادشاہوں کے نام ملتے ہیں، جنھوں نے مذکورہ دھرموں کو عام کرنے کے بہانے سے اپنی حکمرانی کو طول طینے کی پالیسی اپنائی۔

پالی چونکہ بدھ مت کی دھرمی زبان اور بدھ مت، حکمرانوں کا دھرم تھا، اس لیے پالی اور سندھی کا براہ راست تعقل بڑھا۔ اس تعلق نے ایک طرف سندھی کو دھرمی، انتقامی او اَر دیگر امور سے متعلق الفاظ اور محاورے دیے تو دوسری طرف، مختصر عرصے میں سندھ کی سرزمین سے جو بودھی، وید، معالج، جراح، نجومی، جوتش ودیا کے ماہر، نظام شمسی کے اکابر، تعلیمی ودوان، اعلیٰ منتظم اور یوگی وغیرہ ابھرے، انھوں نے پالی کی بجائے سندھی میں تحریر، تقریر، تدریس، تپیا، تعلیم اور تصنیف کو اس قدر عام کیا کہ نہ صرف سندھ بلکہ بیرون سندھ کی وہ اقوام جو دھرمی اعتبار سے بدھ مت کے [illegible]یں اور "مھاین پنتھ" کی ایک ہی لڑی میں سے سندھ کے ساتھ پروئی ہوتی تھیں، وہاں پر سندھی لغات، محاورے، اصطلاحیں اور تشبیہیں وغیرہ پہنچیں اور ان کی زبان کا حصہ بنیں۔ اس ضمن میں جاوا، سوماترا، سراندیپ، برما، انڈونیشیا اور منگولیا کے لوگوں کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔

راقم نے جب سندھی اور واسطی ایشیاء میں مقیم بعض ایسی اقوام کا عمرانی علوم کے حوالے سے ثقافتی اور معاشرتی شعبوں میں مطالعہ کیا تو ہزاروں میل دور ہونے کے باوجود مختلف زبانیں بولنے والے ان لوگوں میں کئی سطحوں پر مماثلت پائی۔ مثلاً بچوں کی پیدائش کے ایک سال بعد تک انھیں موسم کے لحاظ سے موزون کپڑے (تجن) میں باندھ کر رکھنا، بچوں کی پیشانی کو چوڑا بنانے، لمبوترے

سر کو ''بٹھانے'' اور سر کانوں کی طرف سے بھرپور کرنے، جسم کو سڈول اور ناک نقشے کو خوبصورت بنانے کی خاطر مائیں بچوں کی بے رحمانہ طریقے سے تیل کے ساتھ صبح و شام مالش کرتی ہیں۔

عورتوں کے لباس میں مذکورہ علاقوں کے مستورات کپڑوں پر لاکھ یا سوت کی رنگ برنگ پھندن ٹانکتی ہیں، جیومیٹریکل اشکال میں کڑھائی پسند کرتی ہیں اور سب جگہ سلمیٰ ستارہ اور شیشے لگے لباس بڑے شوق سے پہنے جاتے ہیں۔ ان حقائق کو دیکھ کر گمان، یقین میں بدل جاتا ہے کہ اس ثقافتی و معاشرتی یک رنگی کے پیچھے طرفین کے لوگوں کا کوئی باہمی تعلق ضرور ہے اور ذہن کہتا ہے کہ تمام تعلقات کے پس منظر میں لسانی روابط ضرور ہوتے ہیں، حالانکہ واسطی ایشیا میں سیتھین اور تورانی گروہ سے تعلق رکھنے والی زبانیں رائج تھیں، لیکن سندھی میں ان زبانوں کے اجزاء آج بھی موجود ہیں:

اس ضمن میں کالڈویل پہلا ماہر لسانیات ہے جس نے لکھا ہے کہ ''دراصل دراوڑ، تورانی الاصل ہیں، جن کا اپنا وطن وسطی ایشیا میں تھا۔'' (۲۰) قدیم تاریخ بھی تورانیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتی ہے کہ ''یہ لوگ تورانی زبان بولتے ہوئے درۂ بولان کے راستے بلوچستان میں داخل ہوئے۔ ان کی زبان میں سیتھین، ترکی، منگول اور فنیقی زبانوں کے الفاظ شامل تھے۔'' (۲۱)

کالڈویل نے جب دراوڑی اور تورانی زبانوں کا تقابل کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ ''ان زبانوں کا صرف و نحو ایک ہے۔'' وہ آگے لکھتا ہے کہ ''دونوں زبانوں کا یہ اشتراک ثابت کرتا ہے کہ دراوڑی کا اصل بھی تورانی کی طرح سیتھین ہے۔'' (۲۲)

ایچ جی ویلز نے تمام امکانات کو رد کرتے ہوئے بتایا کہ ''دراصل دراوڑ کوئی اور نہیں ہیں بلکہ یہ سمیری نسل کے لوگ ہیں۔ جب تک عراق میں مقیم تھے، سمیری کہلائے، جب سیستان میں آئے تو تورانی ساتھین مشہور ہوئے اور جب ہندوسندھ میں داخل ہوئے تو انہیں دراوڑ کہا گیا۔'' (۲۳)

ہولڈچ نے بھی اس بات کی حمایت کی اور لکھا کہ ''دراوڑ تورانی ہیں اور یہ ماضی بعید میں وسطی ایشیا سے اس راستے بلوچستان پہنچے جو لسبیلہ سے شروع ہو کر مغربی ایران تک جاتا ہے۔'' (۲۴)

ہولڈچ مزید لکھتا ہے ''دراوڑ جو تورانی الاصل زبان بولتے تھے وہ بھی کوئی اور نہیں بلکہ براہوی

ہے۔"(۲۵) سندھی اور براہوی ایک ہی خطۂ زمین پر مدتوں تک رائج ہونے کی وجہ سے بہت ساری باہمی خوبیاں ان میں رچ بس گئی ہیں۔

جرمن سکالر ڈاکٹر ٹرومپ جس نے سندھی زبان کی بڑی عمدہ اور مستند گرائمر لکھی ہے، وہ اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ "دوران تحقیق ہم نے الفاظ کا جو ذخیرہ دستیاب کیا ہے، اس قدیم مقامی زبان کے الفاظ کہا جاسکتا ہے۔ حتیٰ تو نہیں، لیکن اس ذخیرے کو زبانوں کے تاتار خاندان کی ایک شاخ کی میراث کہا جاسکتا ہے۔ ماہرین نے اس ذخیرہ الفاظ کو ماضی میں دیسی (Indigenious) کہا ہے۔"(۲۶)

زبانوں کا یہی تاتار خاندان (Tatar Stock) دور حاضر میں زبانوں کے سِتھین (Sythian) گروپ کے نام سے مشہور ہے۔ کالڈویل سندھی اور موجود دراوڑی باقیات (تامل، تلیگو اور کناڑی) کی صوتی، صرفی اور نحوی ترکیب و ترتیب کا تقابل کرنے کے بعد دعویٰ کرتا ہے کہ "ان زبانوں کی مذکورہ شعبوں میں بڑی حد تک مماثلت ہے۔"(۲۷)

روسی اور فنش ماہرین نے بھی چند سال پیشتر سندھی زبان کے مذکورہ بالا شعبوں کا جدید سائنسی اصولوں پر تجزیہ کیا اور کہا کہ "موہن جو دڑو کی زبان، دراوڑی زبان کی بڑی ماں (Parent language) تھی، جس سے دراوڑی زبانوں کو جنم ملا ہے۔"(۲۸)

اس تمام مباحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سندھی زبان کوئی باہر سے آنے والی یا کسی دوسری زبان سے جنم لینے والی نہیں بلکہ وادی سندھ میں پروان چڑھنے والی زبان کے انڈک گروپ کا ایک سر کردہ رکن ہے جو زندہ زبان کا ثبوت دیتے، اپنے بولنے والوں کے ہمراہ زمانے کے نشیب و فراز سے ہمکنار ہوتے، ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرتے اور اپنے آپ کو جدت میں ڈھالتے ہوئے دور حاضر کو پہنچی ہے۔

اس سفر کے دوران سندھ کی سرزمین کا ایک بار پھر چھٹی صدی ق۔م سے لے کر ۲۵۰ ق۔م تک کے عرصے میں جب ایران کے قدیم مذہب مجوسیت سے پالا پڑا، تو یہاں کے مکینوں کے

ہمراہ سندھی زبان و ثقافت بھی مجوسی مت کے زیر اثر آگئی۔

مجوسیت کو عرف عام میں رزتشت کہا جاتا ہے جو کہ بنیادی طور پر آگ پرستی کے ذریعے عبادت کرنے کے طریقے سکھاتا تھا۔ اس کی الہامی کتاب کا نام اوستہ تھا جو کہ قدیم ایرانی زبان ژند میں لکھی گئی تھی۔

تاریخ کے مذکورہ بالا عہد میں ایران کے تین شہنشاہ گذرے ہیں: دارا اول، دارا دوئم اور دارا سوئم۔ تینوں مجوسیت کے پیروکار تھے اور انھوں نے ملکی توسیع پسندی کا شوق مجوسیت پھیلانے کی آڑ میں پورا کیا۔

مجوسیت اگرچہ افلاطون سے بھی پانچ ہزار سال قدیم تھی، لیکن وادی سندھ کو اس کے اثرات نے زیر تذکرہ عہد میں اس وقت اپنی گرفت میں لے لیا، جب سرزمین سندھ ایرانی شہنشاہت کا حصہ بنی۔ یہ آریوں کی یہاں آمد سے پہلے کی بات ہے، کیونکہ آریاؤں کی زبان سنسکرت اور رگ وید میں، مجوسیت اور ژند کے ذخیرہ الفاظ اس قدر موجود ہے کہ اسے دیکھ کر سنسکرت خود بھی ژند کی بیٹی معلوم ہوتی ہے۔ اس عہد میں دریائے سندھ کو ہندو اور سرزمین سندھ کو، ھند کا پکارا گیا۔ (۲۹) اور یہی وہ زمانہ تھا جب سپت سندھو تبدیل ہو کر ھپت ھندو مشہور ہوا۔ لہٰذا سندھی زبان پر قدیم پہلوی کے تین رخوں سے اثرات مرتب ہوئے۔

1- براہ راست : سندھ جب ایرانی شہنشاہت کا حصہ بنا تو سندھی اور قدیم ایرانی کے مابین از خود حاکم اور محکوم زبانوں کا رشتہ طے ہو گیا۔ جس سے فطری طور پر حاکم زبان نے محکوم زبان پر ہمہ پہلو اثرات مرتب کیے۔

2- مذہبی حوالے سے : نئے حکمران اپنے ہمراہ مجوسیت نامی دھرم بھی لائے۔ کسی مذہب کے پس منظر میں ایک نیا تصور اور مکمل فلسفہ ہوتا ہے لیکن دونوں کو مستحکم اور وسیع کرنے والی زبان ہوتی ہے۔ لہٰذا سب سے اول اس زبان کو متاثر کرنا لازم ہوتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی وہی اصول کار فرما ہوا۔ بظاہر سندھ مکمل طور پر مجوسیت کے زیر اثر نہیں آیا تھا لیکن سرکاری سطح پر تبلیغی سرگرمیوں نے سندھی کو

اپنے رنگ میں رنگ دیا اور سندھی انہی لغوی اور صوتی اثرات کی گرفت میں آگئی۔

3- ہمسایہ زبانیں : (الف) : جن ہمسایہ داردی زبانوں مثلاً کھوار، شینا، بروشاسکی، بلتی اور تبتی سے کبھی سندھی کو تجارتی، صنعتی اور ثقافتی تعلق رہا تھا، وہ سب کی سب اب مجوسیت کے زیر اثر تھیں اور وہاں پر وسطی ایشیا، افغانستان اور ترکی کے مجوسی مبلغ تبلیغ اور اشاعت کے ذریعے مجوسیت میں مروج اصطلاحیں، محاورے اور دوسری ضروری لغات کو عام کرنے میں مصروف تھے۔ لہٰذا تاجروں اور ثقافتی طائفوں کے ذریعے مجوسی تصورات وخیالات کے حامل الفاظ اور محاورے سندھی میں داخل ہوئے۔

3-(ب) : سکندر جس کا یونان کے علاقے مقدونیا سے تعلق ہونے کی وجہ سے اسے سکندر مقدونی کہتے تھے اور بعد میں اسے تاریخ نے سکندر اعظم کے نام سے یاد کیا، اس کی وادیٔ سندھ میں آمد کا راستہ بھی دریائے سندھ کے کنارے تھا، جو کہ داردی زبانیں بولنے والوں کا وطن بھی ہے۔ چنانچہ جب وہ اپنے تھکے ماندے لشکریوں اور دارد لوگوں کے ہمراہ کہیں بے آب وگیاہ اور کہیں موسمی حالات کی وجہ سے خشک جنگلات والی وادیوں میں پہنچا تو جانوروں سمیت ہر جاندار بھوک، تھکاوٹ اور بیماری کی وجہ سے آگے بڑھنے سے معزور تھا۔ اسے ہر صورت اپنے قریب المرگ لشکری اور جانور، بیمار ساتھی، سفر کرنے سے معذور ہنر مند، کمزور جانور اور معمر سپاہی چھوڑ کر تازہ دم اور جوان خون بھرتی کرنا پڑا۔

جتنے بھی لوگ بھرتی ہوئے وہ داردی زبانیں بولتے تھے، جن میں اب ژند کی آمیزش ہو چکی تھی۔ وہی آمیزش سندھی میں بھی ہوئی اور سندھی کا رنگ تبدیل ہو کر درج ذیل فہرست میں دیے گئے الفاظ کی طرح ہوا :

(جاری ہے)